(آخری قسط)

مولانا ڈاکٹر اکرام اللہ جان قاسمی
ڈائریکٹر مرکز تحقیق اسلامی۔ پشاور صدر

سر سیّد احمد خان اپنے عقائد و نظریات کی روشنی میں

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ خانہ کعبہ کے گرد طواف کے مقدس عمل کو سر سید ''سات دفعہ اس کے گرد پھرنا'' قرار دے رہا ہے۔ گویا وہ طواف کے عبادت ہونے کا بھی قائل نہیں ہے پھر خدا کے اس عظیم اور مقدس گھر کو انتہائی ڈھٹائی اور بے غیرتی کے ساتھ ''چوکھونٹا گھر'' کہہ رہا ہے۔ آگے تو خباثت کی انتہاء کردی ہے کہ اس کے گرد تو اونٹ اور گدھے بھی پھرتے ہیں کیا وہ حاجی بن گئے؟ گویا سر سید کی نظر میں حاجی اور گدھے اور اونٹ برابر ہیں۔ اور یہ کہ طواف کا کوئی ثواب اور فائدہ ہی نہیں ہے۔ اس سے آگے اس نے تمام عالم اسلام کے علماء اور مسلمانوں کے متفقہ عمل یعنی نماز میں خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنے کے خلاف یہ زہر افشانی کی ہے کہ یہ اسلام کا اصلی حکم نہیں ہے۔ میرے خیال میں قارئین کیلئے بھی زندگی میں یہ پہلا موقع ہوگا کہ اسلام کا ''اصلی حکم'' کے الفاظ دیکھ اور سن رہے ہیں۔ اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ اسلام کے کچھ احکام نقلی' دونمبر اور بے فائدہ بھی ہیں۔ جدید زمانے کے اس روشن خیال مسٹر کو قرآنی حکم کا سامنا کرنا پڑے گا۔ دوسرا پارہ جو شروع ہوتا ہے تو اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے **سیقول السفهاء الخ** ''اب بہت سارے بیوقوف یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم کیوں دیا؟'' اس آیت کی رو سے جو لوگ خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنا نہیں مانتے وہ بیوقوف ہیں۔ اور سر سید ان تمام بیوقوفوں کا سردار۔ دوسرا فتویٰ بھی سر سید کے خلاف میں نہیں لگاتا بلکہ قرآن کریم لگاتا ہے۔ آیت گذر گئی **وَمن یعظم شعائر اللّٰہ فانها من تقوی القلوب** '' جو بھی اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم و تکریم کرتا ہے تو یہ دلوں کا تقویٰ ہے'' (الحج : ۳۲) یعنی اللہ تعالیٰ کی ان نشانیوں کی عزت و تکریم وہ لوگ کرتے ہیں جن کے دلوں میں تقویٰ و پرہیزگاری ہوتی ہے اور جب سر سید اس مقدس مقام کی بے عزتی پر تلا ہوا ہے تو واضح ہو گیا کہ اس کا دل تقویٰ و طہارت اور اخلاص سے خالی ہے۔ اور جب اس کا دل ان اوصاف عالیہ سے خالی ہے تو اس کے منافق اور بے ضمیر ہونے میں کیا شک ہے۔ اس کی لمبی ڈاڑھی اس پر طویل زمانہ تک پردہ نہیں ڈال سکے گی اور قرآنی آیت اس کے دجل اور کفر کا بھانڈا پھوڑ دے گی۔

سر سید جبرائیل امین کے منکر تھے: اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ فرشتوں پر ایمان لانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت اور نظام کائنات چلانے کیلئے فرشتوں کو پیدا فرمایا ہے جن کی تعداد کا صحیح علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ پھر ان فرشتوں میں چار فرشتے نہایت مقرب اور مرتبے والے ہیں۔ یعنی حضرت جبرائیلؑ ' حضرت میکائیلؑ

حضرت اسرافیلؑ اور حضرت عزرائیلؑ ۔ حضرت جبرائیلؑ وہ فرشتہ ہے جو تمام انبیاء کرامؑ پر وحی لایا کرتے تھے۔ ہاں یہ بات قارئین کے مدنظر رہے کہ ماضی قریب میں ایک جھوٹا اور دو نمبری' نبوت کا دعویدار غلام قادیانی جہنم مکانی کے نام سے پیدا ہوا۔ اس کا کہنا ہے کہ میرے اوپر جو فرشتہ وحی لایا کرتا ہے اس کا نام ہے مسٹر ٹیچی ٹیچی۔ سبحان اللہ۔ مگر یہ تعجب کی بات نہیں ہے۔ دراصل غلام قادیانی اس دعویٰ میں خود اعتراف کررہا ہے کہ سارے نبیوں پر وحی لانے والا فرشتہ میرے پاس نہیں آیا کیونکہ وہ تو سچے نبیوں کے پاس آتا ہے جبکہ میں انگریز کا خود کاشتہ پودا ہوں جسے جہاد کا تصور مٹانے کیلئے" نامزد" کیا گیا تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ جہاد باقی ہے اور غلام قادیانی بیت الخلاء کو چومتے چاٹتے اس دنیا کو اپنے منحوس جسم سے نجات دلا چکے ہیں۔

"قرآن پاک میں حضرت جبرائیلؑ کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قل من کان عدوا لجبریل فانه نزله علیٰ قلبک باذن الله آپ ﷺ فرمادیجئے کہ جو کوئی جبرائیل کا مخالف ہے تو انہوں نے تو اس قرآن کو آپ ﷺ کے قلب مبارک پر اللہ کے حکم سے نازل کیا ہے۔ (البقرۃ : ۹۷) دوسری جگہ ارشاد ہے

من کان عدوا لِلّٰه وملا ئکته ورسله وجبریل ومیکال فان الله عدو للکافرین.

"جو کوئی مخالف ہو اللہ کا یا اس کے فرشتوں کا یا اس کے پیغمبروں کا یا جبرائیل کا اور میکائیل کا تو اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کا مخالف ہے" (البقرۃ : ۹۸) جبرائیلؑ جیسا مقرب فرشتہ جس کی دشمنی کو اللہ تعالیٰ اپنی دشمنی قرار دے رہا ہے دیکھئے کہ سرسید اس کے بارے میں کیا کہہ رہا ہے۔ وہ سرے سے جبرائیلؑ کے وجود کا منکر ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

"یہ بھی مسلم ہے کہ قرآن مجید بلفظہ آنحضرت ﷺ کے قلب پر نازل ہوا ہے یا وحی کیا گیا ہے خواہ یہ تسلیم کیا جاوے کہ جبرائیلؑ فرشتہ نے آنحضرت ﷺ تک پہنچادیا جیسا کہ مذہب عام علماء اسلام کا ہے یا ملکۂ نبوت نے جو روح الامین سے تعبیر کیا گیا ہے آنحضرت ﷺ کے قلب پر القاء کیا گیا ہے جیسا کہ میرا خاص مذہب ہے۔ (تفسیر القرآن از سرسید ج ۱ص ۳)

اس عبارت میں سرسید نے اس بات کا انکار کیا کہ جبریل امین کوئی خارجی وجود ہے بلکہ ان کے نزدیک یہ رسول اکرم ﷺ کی طبیعت میں ودیعت کردہ ایک ملکۂ نبوت کا نام ہے۔ نیز اس عبارت میں سرسید نے خود ہی کہہ دیا ہے کہ تمام علماء اسلام کا راستہ الگ ہے اور "میرا خاص مذہب" الگ ہے یوں من شذ شذ فی النار (جو تمام امت سے الگ ہوا وہ اکیلے دوزخ میں جا پڑے گا) کے مستحق ہو گئے ہیں۔ سرسید کے حضرت جبرائیلؑ کے انکار سے متعلق دیگر عبارات ملاحظہ ہوں۔

"پس وحی وہ چیز ہے جس کو قلب نبوت پر بسبب اسی فطرت نبوت کے مبداء فیاض نے نقش کیا ہے۔ وہی انتقاش قلبی کبھی مثل ایک بولنے والی آواز کے انہیں ظاہری کانوں سے سنائی دیتا ہے اور کبھی وہی نقش قلبی دوسرے بولنے

والے کی صورت میں دکھائی دیتا ہے مگر اپنے آپ کے سوانہ وہاں کوئی آواز ہے نہ بولنے والا ۔۔۔۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ملکہ نبوت کا جو خدا نے انبیاء میں پیدا کیا ہے جبرائیل نام ہے" (تفسیر القرآن ج ا ص ۲۵) "خدا اور پیغمبر میں بجز اس ملکہ نبوت کے جسے ناموس اکبر اور زبان شرح میں جبرائیل کہتے ہیں اور کوئی ایلچی پیغام پہنچانے والا نہیں ہوتا" (ایضاً ص ۲۵) " نبوت درحقیقت ایک فطری چیز ہے جو انبیاء میں بقضاء ان کی فطرت کے مثل دیگر قوئ انسانی کے ہوتی ہے جس انسان میں وہ قوت ہوتی ہے وہ نبی ہوتا ہے۔" (ایضاً ص ۲۳)

"اس میں کچھ شک نہیں کہ تمام انبیاءؑ مؤید بتائید القدس ہیں اگر بحث ہو سکتی ہے تو روح القدس پر ہو سکتی ہے تمام علماء اسلام اس کو ایک مخلوق جداگانہ خارج از خلقت انبیاء قرار دے کر اس کو بطور ایلچی کے خدا و نبی میں واسطہ قرار دیتے ہیں اور جبرائیل اس کا نام بتاتے ہیں۔ ہم بھی جبرائیل اور روح القدس کو شیئ واحد تجویز کرتے ہیں مگر اس کو خارج از خلقتِ انبیاء مخلوق جداگانہ تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس بات کے قائل ہیں کہ خود انبیاءؑ میں جو ملکہ نبوت ہے اور ذریعہ مبدء فیاض سے ان امور کے اقتباس کا ہے۔ جو نبوت یعنی رسالت سے علاقہ رکھتے ہیں۔ وہی روح القدس ہے۔ اور وہی جبرائیل ہے" (تفسیر القرآن از سرسید ج ۲ ص ۱۵۶ ج ا ص ۱۸۱، ۱۲۲، ۱۲۹، ۱۷۰)

<u>سرسید کی عربی شناسی :</u> یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ غزوہ اُحد میں نبی اکرم ﷺ کے سامنے کا ایک دانت مبارک شہید ہوا تھا چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ تحریر فرماتے ہیں وان الرباعیة التی کسرت له علیه السلام هی الیمنیٰ السفلی (السیرۃ النبویۃ ج ۳ ص ۵۷) "نبی علیہ السلام کے سامنے کا داہنا نچلا دانت مبارک شہید ہوا تھا" ۔ فن تجوید و قرأت کے لحاظ سے سامنے کے چار دانتوں میں سے ایک کو رباعی کہتے ہیں۔ جیسے لغت کے امام ابن منظور افریقی لکھتے ہیں. والرُباعیة مثل الثُمانیة احد الاسنان الاربع (لسان العرب ج ۸ ص ۱۰۸) "رباعی کا لفظ ثمانی کی طرح ہے۔ یعنی سامنے کے چار دانتوں میں سے ایک۔ مرسید نے رباعی کا لفظ دیکھ کر اسے اربع (چار) سمجھ لیا ہے اور حکم لگا دیا کہ آپ ﷺ کے چار دانت شہید ہوئے تھے"۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں" آنحضرت ﷺ کے چار دانت پتھر کے صدمہ سے ٹوٹ گئے۔" (تفسیر القرآن ج ۴ ص ۶۴) قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ جو شخص رباعی اور اربعہ میں فرق نہیں کر سکتا وہ قرآن کی تفسیر لکھنے بیٹھ گیا ہے۔

<u>سرسید فرشتوں کے وجود کا منکر :</u> فرشتوں کا مستقل خارجی وجود قرآن و حدیث سے صراحۃً ثابت ہے اور فرشتوں کا اس طرح وجود ماننا اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ ان کے وجود کو مانے بغیر کوئی مسلمان نہیں کہلا سکتا۔

قرآن پاک میں ہے کہ فرشتے خدا کی ایسی مخلوق ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور جس کام کا حکم دیا جاتا ہے اس کو بجالاتے ہیں۔ (التحریم : ۶) نیز ارشاد ہے کہ کافروں کی جان قبض کرتے وقت فرشتے ان کو چہروں اور پیٹھوں پر مارتے ہیں (الانفال : ۵۰) اور مؤمنوں کو موت کے وقت سلام پیش کرتے ہیں اور جنت کی بشارت دیتے

ہیں۔(النحل:۳۲) قرآن کریم میں ہے کہ فرشتے حضرت ابراہیمؑ کے پاس انسانی شکل میں آئے حضرت ابراہیمؑ نے ان کو انسان سمجھ کران کیلئے بچھڑا ذبح کیا۔اور جب فرشتوں کے ہاتھ کھانے سے رک گئے تو حضرت ابراہیمؑ کو خوف محسوس ہوا۔پھر فرشتوں نے حضرت ابراہیمؑ کو اسحاق بیٹے کی خوشخبری دی۔(الحجر: ۵۱۔۶۰) پھر یہی فرشتے حضرت لوطؑ کے پاس پہنچے اور قوم لوط پر عذاب ڈھانے لگے۔(الحجر:۵۸ تا ۷۷)اسی طرح حضرت جبرائیلؑ کبھی انسانی شکل میں بارگاہ نبوی میں تشریف لاتے چنانچہ مشکوٰۃ کی پہلی حدیث ''حدیث جبریل'' میں جب سوالات کرنے کے بعد حضرت جبرائیلؑ تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا فانہ جبریل اتاکم یعلمکم دینکم ۔ ''یہ جبرئیلؑ تھے تم کو تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔(مشکوٰۃ کتاب الایمان) ان تمام آیات اور روایات سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کا مستقل خارجی وجود ہے۔مگر سرسید اس کے منکر ہیں۔وہ لکھتے ہیں کہ قرآن مجید سے فرشتوں کا ایسا وجود جیسا مسلمانوں نے اعتقاد کر رکھا ہے ثابت نہیں ہوتا۔(تفسیر القرآن ج ۱ ص۴۲) نیز لکھتا ہے''اس میں شک نہیں کہ جو حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئے تھے انسان تھے اور قوم لوط کے پاس بھیجے گئے تھے۔(ایضاً ج ۵ ص۲۴) نیز لکھتا ہے''علماء مفسرین نے قبل اس کے کہ الفاظ قرآن پر غور کریں یہودیوں کی رواجوں کے موافق ان کا فرشتہ ہونا تسلیم کرلیا ہے۔حالانکہ وہ خاصے بھلے چنگے انسان تھے۔''(ایضاً ج ۵ ص۶۱) اس طرح قرآن پاک اور احادیث طیبہ میں بڑی وضاحت سے یہ بات آئی ہے کہ مختلف غزوات کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کیلئے فرشتوں کو بھیجا ہے۔جیسے کہ جنگ بدر اور جنگ حُنین کے موقع پر۔ان فرشتوں نے باقاعدہ کفار کے ساتھ جنگ لڑی ہے اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی ہے۔سرسید اس کا منکر ہے وہ ولقد نصرکم اللّٰہ ببدرٍ و انتم اذلۃ (آل عمران : ۱۲۳) کے تحت لکھتا ہے۔''بڑا مسئلہ بحث طلب اس آیت میں فرشتوں کا لڑائی میں دشمنوں سے لڑنے کیلئے اترنا ہے۔میں اس بات کا بالکل منکر ہوں مجھے یقین ہے کہ کوئی فرشتہ لڑنے کو سپاہی بن کر یا گھوڑے پر چڑھ کر نہیں آیا۔مجھ کو یہ بھی یقین ہے کہ قرآن سے بھی ان جنگجو فرشتوں کا اترنا ثابت نہیں۔''(تفسیر القرآن از سرسید ج ۲ ص ۵۲)

سرسید کا واقعہ معراج سے انکار: رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ واقعہ معراج ہے۔جس میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو سرزمین حجاز سے بیت المقدس اور پھر آسمانوں کی سیر کرائی اور جنت و دوزخ کے حالات دکھائے۔یہ بات ذہن نشین رہے کہ معجزہ اسے کہتے ہیں جس کے کرنے سے نبی کے علاوہ دوسرے لوگ عاجز رہیں لہٰذا آنحضرت ﷺ کا واقعہ معراج تب معجزہ بنے گا جب ہم یہ تسلیم کرلیں کہ آنحضرت ﷺ کو معراج روح مع الجسد ہوئی تھی یعنی جسم اور روح دونوں کو معراج ہوئی تھی۔اگر اسے خواب یا تصور کا واقعہ قرار دیں تو معجزہ نہیں کہلایا جاسکتا کیونکہ خواب اور تصور میں کوئی بھی شخص اس قسم کا واقعہ دیکھ سکتا ہے۔یہ ممکن ہے کہ خواب میں کال کوٹھری میں بند، موت کا منتظر قیدی یہ دیکھ لے کہ وہ ساری دنیا کا بادشاہ بن گیا ہے۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک بڑا بادشاہ خواب میں

دیکھے کہ وہ قید میں بے بس پڑا ہوا ہے۔ غرض یہ کہ خواب میں واقعہ معراج سمیت کوئی بھی واقعہ ممکن ہے لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ واقعہ معراج جیتے جاگتے روح مع الجسد کے ہوا تھا۔ روایات میں آتا ہے کہ واقعہ معراج کا سن کر کفار و مشرکین مکہ نے اس کا انکار کیا۔ اور آپ ﷺ کے ساتھ حجت بازی کرنے لگے۔ بیت المقدس کی ساخت اور ہیئت کے بارے میں سوالات کرنے لگے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے کہا کہ دیکھو تمہارا صاحب رات کے ایک مختصر عرصے میں اتنی بڑی سیر کا دعویٰ کررہے ہیں۔ آپ ؓ نے بتایا میں آسمانوں سے حضرت جبرائیلؑ کا بار بار آپ ﷺ کے پاس آنا تسلیم کرکے اس سے بڑی بات تسلیم کرچکا ہوں۔ اسلئے میں اس سفر اسراء اور معراج کو حکمت پر مبنی سچا واقعہ تسلیم کرتا ہوں۔ لہٰذا اگر واقعہ معراج خواب کا واقعہ ہوتا تو کفار ومشرکین کبھی آپ ﷺ کے ساتھ حجت بازی نہ کرتے۔

امام فخر الدین الرازیؒ (متوفی ۶۰۶ھ) تفسیر کبیر میں سُبحانَ الّذی اَسریٰ بِعَبدہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں ان العبد اسم لمجموع الجسد والروح "عبد کا لفظ جسم اور روح دونوں کو شامل ہے" (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۰۱) قاضی عیاض مالکیؒ "الشفاء" میں فرماتے ہیں لو کان مناماً لقال بروح عبدہ ولم یقل بعبدہ "اگر آپ ﷺ کو معراج خواب کی حالت میں ہوتی تو اللہ تعالیٰ فرماتے۔ اللہ نے اپنے بندہ کی روح کو راتوں رات سیر کرائی اور اس طرح نہ فرماتے کہ اپنے بندے کو سیر کرائی۔" (الشفاء ص ۸۶) علامہ علاء الدین علی البغدادی (متوفی ۷۴۱ھ) رقمطراز ہیں انه اسریٰ بروحه وجسده "آپ ﷺ کو روح مع الجسد کے معراج ہوئی ہے" (تفسیر خازن)

سرسید واقعہ معراج میں جسمانی معراج کا انکار کرتا ہے وہ لکھتا ہے "ہماری تحقیق میں واقعہ معراج ایک خواب تھا جو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تھا اس خواب میں یہ بھی دیکھا کہ جبرائیلؑ نے آپ ﷺ کا سینہ چیرا اور اس کو آب زمزم سے دھویا" (تفسیر القرآن ج ۲ ص ۱۳۰) سرسید نے حضرت عائشہؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے بعض روایات سے استدلال کیا ہے جس سے بظاہر معراج جسمانی کا انکار ثابت ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں حقیقت یہ ہے کہ معراج جسمانی آنحضرت ﷺ کو ایک بار ہوئی تھی جبکہ روحانی معراج کئی بار ہوئی ہے۔ معراج جسمانی مکہ میں ہوئی تھی جبکہ حضرت عائشہؓ کی رخصتی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں ہوئی تھی۔ مدینہ منورہ ہی کی کسی معراج روحانی کے بارے میں حضرت عائشہؓ کا قول ہے ما فُقِدَ جسدُ النبی ﷺ ولکن اللہ اسریٰ بروحه "نبی ﷺ کا جسم مبارک غائب نہیں ہوا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی روح مبارک کو سیر کرائی" (معالم التنزیل) دوسرے امیر معاویہؓ کے انکارِ معراج جسمانی کے بارے میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ معراج جسمانی مکہ میں ہوئی تھی جبکہ امیر معاویہؓ ۸ھ میں مدینہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے تھے لہٰذا زمانۂ قبل از اسلام کے بارے میں ان کا کوئی قول دلیل نہیں بن سکتا۔

<u>سرسید کا جنت و دوزخ کا انکار:</u> تمام مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ جنت و دوزخ حق ہیں اور دونوں

پیدا کی جا چکی ہیں۔خود قرآن پاک سے یہ ثابت ہے۔ارشاد خداوندی ہے وسارعوا الیٰ مغفرة من ربکم وجنة عرضها السموٰت والارض اُعدت للمتقین (آل عمران : ۱۳۳) ''اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑ واور جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین جتنی ہے۔اور جو پرہیز گاروں کیلئے تیار کی جا چکی ہے۔'' دوزخ کے پیدا کئے جانے کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے فاتقوا النارَ التی وقودُ ها الناسُ وَالحجارةُ اُعدت للکافرین (البقرة : ۲۴) ''پس ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہونگے جو کافروں کیلئے تیار کی جا چکی ہے۔'' سر سید جنت و دوزخ دونوں کے وجود کا انکار کرتا ہے وہ لکھتا ہے ''پس یہ مسئلہ کہ بہشت اور دوزخ دونوں بالفعل مخلوق وموجود ہیں قرآن سے ثابت نہیں۔(تفسیر القرآن ج ۱ ص ۳۰) نیز لکھتا ہے''اُعدت کے لفظ سے دوزخ کا موجود ہونا ثابت نہیں بس اس وقت نہ کوئی آدمی جہنم کی آگ کا ایندھن ہے اور نہ کوئی ایسی آگ موجود ہے جس کا ایندھن آدمی ہو'' (ایضا ج ۱ ص ۳۰) وہ مزید لکھتا ہے ''یہ سمجھنا کہ جنت مثل باغ کے پیدا کی ہوئی ہے اس میں سنگ مرمر کے اور موتی کے جڑاؤ محل ہیں۔باغ میں سرسبز وشاداب درخت ہیں دودھ وشراب وشہد کی نالیاں بہہ رہی ہیں ہر قسم کا میوہ کھانے کو موجود ہے ...کوئی کسی کونہ میں کچھ کر رہا ہے کوئی کسی کونہ میں کچھ۔ایسا بیہودہ پن ہے۔جس پر تعجب ہوتا ہے اگر بہشت یہی ہو تو بے مبالغہ ہمارے خرابات (شراب خانے) اس سے ہزار درجہ بہتر ہیں (نعوذ باللہ)۔(ایضا ج ۱ ص ۲۳)

جنات وشیاطین کے وجود کا انکار: جنات وشیاطین کا وجود قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور ایک راسخ العقیدہ مسلمان کیلئے اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں مگر سر سید اس کا انکار کرتا ہے۔وہ حضرت سلیمانؑ اور ان کے ماتحت جنات کے کام کرنے کے قرآنی واقعہ پر تبصرہ کرتا ہے ''ان آیتوں میں ''جن'' کا لفظ آیا ہے اس سے وہ پہاڑی اور جنگلی آدمی مراد ہے جو حضرت سلیمانؑ کے ہاں بیت المقدس بنانے کا کام کرتے تھے اور جن پر بسبب وحشی اور جنگلی ہونے کے جو انسانوں سے جنگلوں میں چھپے رہتے تھے اور نیز بسبب قوی اور طاقتور اور محنتی ہونے کے ''جن'' کا اطلاق ہوا ہے۔پس اس سے وہ جن مراد نہیں جن کو مشرکین نے اپنے خیال میں ایک مخلوق مع ان اوصاف کے جو ان کے ساتھ منسوب کئے ہیں' مانا ہے اور جن پر مسلمان بھی یقین کرتے ہیں۔(تفسیر القرآن ج ۳۔ص ۶۷) وہ شیطان کا الگ مستقل وجود تسلیم نہیں کرتا بلکہ انسان کے اندر موجود شر انگیز صفت کو شیطان قرار دیتا ہے۔وہ لکھتا ہے: ''انہی قویٰ کو جو انسان میں ہے اور جن کو نفس امارہ یا قوائے بہیمیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہی شیطان ہے۔'' (ایضا ج ۳ ص ۴۵)

سر سید اور ان جیسے دیگر روشن خیالوں کی فکری جولانیوں کو دیکھ کر یہی کہا جا سکتا ہے کہ

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے ؟
خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھیے ؟